مولانا جلال الدین صاحب حقانی
مہتمم دار العلوم خضریہ، بھیرہ

عالمگیر نبوّت کا مرکز ملک عرب کیوں منتخب ہوا

آپ ڈیڑھ ہزار برس پہلے کی دنیا کا نقشہ اور اس وقت کی مختلف قوموں کی تاریخ سامنے رکھیں تو بڑی آسانی سے یہ چیز سمجھ میں آسکتی ہے کہ ساری دنیا کی پیغمبری کے لئے اس وقت عرب کے ایک انسان کا انتخاب کیوں ہوا اور اس کی دعوت اور پیغام کا مرکز اور مقام عرب کو کیوں بنایا گیا۔ اس سوال کا جواب چند حقائق اور شواہد پر مبنی ہے۔

۱۔ عرب کا ملک ایشیا اور افریقہ کے بالکل وسط میں واقع ہے۔ یورپ بھی یہاں سے قریب ہے۔ بالخصوص اس کا وہ جنوبی حصہ جس میں اس زمانہ کی متمدن قومیں آباد تھیں عرب سے تقریباً ننے ہی فاصلہ پر ہے جیسے پاکستان اور ہندوستان۔ اس مخصوص جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے عالمگیر پیغمبری کے لئے اس وقت عرب ہی موزوں ترین مقام اور مرکز ہو سکتا تھا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی تمام قوموں میں عرب قوم ہی چند ایسے عادات خصائل اور امتیازی اوصاف اپنے اندر رکھتی تھی جو اتنے بڑے کام کے انجام دینے کے لئے ضروری تھے۔

مثلاً۔ اس قوم کا دل و دماغ صاف اور اس کی زندگی سادہ تھی۔ کسی فلسفہ اور کسی نظام فکر اور کسی تمدن کی جڑیں ان کے دل و دماغ کی زمین میں جمی ہوئی نہ تھیں جن کا اکھاڑنا اور ان کی جگہ نئے فلسفے اور نئے تمدن کو بٹھانا مشکل ہوتا۔ نیز یہ قوم نہ تو کسی سیاسی نظام کی بندش میں جکڑی ہوئی تھی۔ اور نہ غلامی کی ہوا نے اس کے ضمیر کو بدلا تھا۔ بڑی حوصلہ مند، بے پناہ عزم و ہمت کی مالک، نہایت خوددار، غیور، شجاعت پسند، اپنی بات کے لئے بے دریغ اور بے حساب قربانیاں کرنے والی، سخت جفاکش اور مشکلات سے کبھی منہ نہ موڑنے والی اور اپنی فطرت میں نہایت قابل اور تابناک جوہر رکھنے والی قوم تھی۔ اس قوم کی شجاعت و بہادری کا یہ حال تھا کہ جس وقت پورا عالم قیصر و کسریٰ کا غلام اور محکوم تھا۔ عرب اس وقت بھی باوجود اپنی بے سرو سامانی کے کسی کا محکوم نہ تھا۔ جرأت کا یہ حال تھا کہ عرب کے ادنیٰ فقیر بات کرتے وقت کسی بڑے سے بادشاہ سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔

اس قوم کی سخاوت وایثار کا یہ حال تھا کہ ایک مہمان کی خاطر سالم اونٹ ذبح کر دیتے تھے۔ خود بھوکا رہنا گوارا کر لیتے مگر مہمان کا رہنا ناممکن تھا۔ اس قوم کے ان خداداد جواہر پر تاریخ گواہ ہے۔ اور اس قوم عرب نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی خداداد صلاحیتوں اور فطری جواہر کو استعمال کر کے جو کچھ دنیا میں کر کے دکھایا وہ ہمارے اس بیان کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ اس قوم کے پاس ایک نہایت اعلیٰ ترقی یافتہ زبان تھی جو کسی عالمگیر اصلاحی انقلاب کا ذریعہ بننے کے لئے اس وقت کی تمام زبانوں سے زیادہ صلاحیت رکھتی تھی۔ اور آج بھی اس کی یہ خصوصیت مسلّم ہے۔ کسی غیر عربی دان کے لئے اس عربی زبان کی اس خصوصیت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن عربی دان حضرات خوب جانتے ہیں کہ اس زبان میں کس بلا کی طاقت ہے اور کسی دعوت کی ترجمان اور ذریعۂ تبلیغ بننے کی کتنی اعلیٰ صلاحیت موجود ہے۔ فصاحت وبلاغت میں کوئی زبان عربی زبان کی پاسنگ بھی نہیں۔ بلکہ اول تو کسی زبان میں علم بلاغت پر مستقل کتابیں نہیں۔ اگر کچھ ہیں بھی تو وہ سب عربی زبان سے ماخوذ کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ عرب قوم اور خصوصاً قریش ایک اعلیٰ وارفع نسب وحسب رکھتے تھے۔

اور اس قوم میں نسب دانی کا اس درجہ اہتمام تھا کہ انسانوں سے گزر کر گھوڑوں کے نسب بھی یاد رکھے جاتے تھے یہ بھی یاد رکھا جاتا تھا کہ کون آزاد عورت کے بطن سے ہے اور کون باندی سے ہے۔ اس لحاظ سے یہ بھی ضروری تھا کہ یہ عالمگیر نبوت کا داعی اپنے حسب ونسب میں پورے عالم میں پاکیزہ اور بلند معیار کا ہو۔ اس لحاظ سے وہ خاتم النبیین۔ کافۃ للناس۔ رحمۃ للعالمین۔ قریشی اور ہاشمی تھے۔ جو پورے عالم میں اعلیٰ حسب ونسب ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جب قیصر روم کے دربار میں مسلمانوں کی شکایت لے کر گئے اور قیصر روم نے نسب کے بارے میں سوال کیا تو ابوسفیان رضؓ نے جواب میں فرمایا۔

ھو ذو نسب فینا ۔ وہ ہم میں بڑے نسب والے ہیں۔

حافظ عسقلانی بزاز کی روایت کرتے ہوئے ابوسفیان کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

ھو فینا ذو حسب مالا یفضل علیہ احد یعنی حسب ونسب میں خاندانی شرافت میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔

قیصر روم نے کہا وکذالک الرسل تبعث فی احساب قومہا پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان میں ہوتے ہیں۔ اور یہی ان کی نبوت کی نشانی ہے۔

بہرحال یہ وہ چند حقائق اور وجوہات ہیں جن کو دیکھ کر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ عالمگیر پیغمبری کے لئے ملک عرب مرکز اور عربی قوم عربی زبان اور قریشی ہاشمی خاندان کا انتخاب ضروری تھا +